علامہ ابنِ تیمیہؒ کے نزدیک فہمِ قرآن کے اصول

احسان اللہ فہد فلاحی

قرآن جہاں اپنی ادبی فصاحت و بلاغت میں ایک عظیم الشان معجزہ ہے' وہیں اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے بھی دنیا کی تمام کتابوں پر عظیم الشان فوقیت رکھتا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ قرآن کا اعجاز قرآن کے مقاصد میں سے نہیں بلکہ اس کے لوازم میں سے ہے۔ قرآن کا مقصد دنیائے انسانیت کو صحیح راہ دکھانا ہے۔ یہ مسلمانوں کی بدنصیبی ہے کہ وہ کتاب اللہ کو کتابِ ہدایت سمجھنے کے بجائے بحث و جدل' علمی ورزش اور اظہارِ قابلیت کا ذریعہ بنا چکے ہیں۔ پہلے یونانی فلسفہ' ایرانی اوہام و خرافات اور ہندوستانی تصوف کی بھول بھلیوں میں علمائے تفسیر بھٹک رہے تھے۔ آج یورپ کی ذہنی غلامی نے ان کی عقلوں پر قبضہ کر رکھا ہے' اور وہ مغربی افکار و نظریات کو کتاب اللہ سے زبردستی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ قرآن پاک بنیادی طور پر نہ عقلیات کی کتاب ہے نہ سائنس کی' وہ تو کتابِ ہدایت ہے۔ قرآن پاک بالکل آغاز ہی میں اپنے مقصد اور نصب العین کی خود ہی وضاحت کرتا ہے

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (البقرہ ۲ : ۲)

یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں' ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (المائدہ ۵:۱۵-۱۶)

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آگئی ہے اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں' سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور

اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا ہے' اور راہِ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

قرآن پاک سے ہدایت حاصل کرنے کے کچھ اصول و آداب ہیں۔ محض تبرک کے طور پر قرآنی الفاظ کی تلاوت کر لینا اور معانی کی طرف دھیان نہ دینا صحابہ کرامؓ اور اسلافِ عظام کا طریقہ نہ تھا۔ یہ غلط تصور تو اس وقت سے رائج ہوا جب لوگوں نے قرآن کو کتابِ ہدایت ماننے کے بجائے اسے حصولِ برکت کی کتاب سمجھنا شروع کیا۔ علما اور اسلاف نے قرآن سے صحیح استفادہ کے لیے کچھ اصول اور وسائل ناگزیر قرار دیے ہیں جن کو نظر انداز کر کے فہمِ قرآن کی راہیں ہموار نہیں ہو سکتیں۔ شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہؒ (۶۶۱ - ۷۲۸ھ) نے فہمِ قرآن کے مندرجہ ذیل اصول بتائے ہیں:

۱- شیخ الاسلام کے نزدیک فہمِ قرآن کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کو قرآن کے ذریعہ سمجھا جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے افہام و تفہیم کی خاطر اسرار و حکم کو گوناں گوں پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ اس کے لیے قرآن میں "تصریف" کا لفظ استعمال ہوا ہے' جس کا مطلب گردش کرنا ہے۔ جب ایک طالب علم قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو اسے ایک ہی مضمون تکرار کے ساتھ مختلف سورتوں میں نظر آتا ہے۔ لیکن جب وہ اس پر غور کرتا ہے تو اس کے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن تکرارِ محض سے بالکل پاک ہے۔ اس میں ایک ہی مضمون کو تکرار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تو وہ بعینہٖ ایک ہی پیش و عقب اور ایک ہی قسم کے لواحق و تضمنات کے ساتھ نہیں بلکہ ہر جگہ اس کے اطراف و جوانب اور اس کے تعلقات و روابط بدلے ہوئے ہیں۔ مقام مناسبت سے اس میں تبدیلیاں موجود ہیں۔ ایک مقام پر جو پہلو مخفی ہوتا ہے' دوسرے مقام پر واضح ہو جاتا ہے۔ ایک مقام پر اس کا رخ غیر معین ہوتا ہے' دوسرے مقام پر واضح ہو جاتا ہے۔ ایک لفظ ایک آیت میں بالکل مبہم نظر آتا ہے' دوسری آیت میں وہ لفظ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک جگہ ایک بات کی دلیل سمجھ میں نہیں آتی' لیکن اسی بات کو دوسری جگہ تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ ابنِ تیمیہؒ کے اس اصول کی صداقت خود قرآن سے معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا اعلان ہے:

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ (ہود ۱۱: ۱)

الٓرٰ' فرمان ہے جس کی آیتیں پختہ اور مفصل ارشاد ہوئی ہیں' ایک دانا اور باخبر ہستی کی طرف سے۔

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ (حم السجدہ ۴۱ : ۳)

ایک ایسی کتاب جس کی آیات خوب کھول کھول کر بیان کی گئی ہیں' عربی زبان کا قرآن' ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (الاعراف ۷ : ۵۲)

ہم ان لوگوں کے پاس ایسی کتاب لے آئے ہیں جس کو ہم نے علم کی بنا پر مفصل بنایا ہے اور جو ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

۲۔ علامہ کے نزدیک فہم قرآن کا دوسرا اصول یہ ہے کہ سنتِ نبویؐ اور احادیثِ نبویؐ کی مدد سے قرآن کا فہم کیا جائے' کیونکہ قرآن حکیم نقشہ تعمیر ہے اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس نقشہ کے مطابق تیار کی ہوئی عمارت ہے۔ نقشہ کے ساتھ انجینئر بھیجنے کے اصول پر اس وقت سے عمل درآمد ہو رہا ہے جب سے ہدایتِ الٰہی کی ابتدا ہوئی ہے۔ اس بنا پر حالات و زمانہ کے تقاضوں کی مناسبت سے عمارت کی تعمیر انجینئر کی بنائی ہوئی عمارت کو قطعاً نظرانداز کر کے اصل نقشہ کے مطابق نہیں ہو سکتی۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کو قرآن کا شارح قرار دیا ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ (النحل ۱۶ : ۴۴)

اور اب یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط (المائدہ ۵ : ۶۷)

اے پیغمبرؐ جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ط وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ○ (النساء ۴ : ۱۰۵)

اے نبیؐ' ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ جو راہِ راست اللہ نے تمہیں دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (النحل ۱۶ : ۶۴)

ہم نے یہ کتاب تم پر اس لیے نازل کی ہے کہ تم ان اختلافات کی حقیقت ان پر کھول دو جن میں یہ پڑے ہوئے ہیں۔ یہ کتاب رہنمائی اور رحمت بن کر اتری ہے ان لوگوں کے لیے جو اسے مان لیں۔

اسی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ۔

معلوم ہے مجھے قرآن بھی بخشا گیا ہے اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل بھی۔

اور یہ مثیلِ قرآن سنت ہے۔ مندرجہ بالا آیت کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ جو چیزیں قرآن میں نہ مل سکیں ان کو سنت میں تلاش کرو۔ جیسا کہ حضرت معاذؓ سے یمن روانہ کرتے وقت اللہ کے رسولؐ نے سوال فرمایا تھا "کس چیز سے فیصلہ کرو گے"۔ معاذؓ نے فرمایا' کتاب اللہ سے۔ فرمایا "اگر اس میں نہ ملے"۔ معاذؓ نے عرض کیا' سنتِ رسولؐ سے۔ فرمایا "اگر سنت میں بھی نہ پایا" عرض کیا' اس صورت میں اپنے اجتہادِ رائے سے کام لوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر معاذؓ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا "خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہؐ کے قاصد کو وہ توفیق بخشی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا طرزِ عمل منقول ہے کہ آپ کے سامنے کوئی قانونی معاملہ آتا تو پہلے قرآن کریم میں اس کا حل تلاش کرتے۔ اگر وہاں نہ ملتا تو سنت کی طرف رجوع کرتے۔ اگر سنت میں بھی نہ ملتا تو لوگوں سے دریافت کرتے کہ اس معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کا کسی کو علم ہے۔ بسا اوقات صحابہؓ میں سے کچھ لوگ بتا دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں یہ فیصلہ فرمایا ہے تو صدیق اکبرؓ سنت کی سند ملنے پر خوش ہو کر فرماتے تھے کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ایسے لوگوں کو باقی رکھا جن میں ہمارے نبی کی سنتیں محفوظ ہیں۔

حضرت عمرؓ نے قرآن فہمی کے سلسلے میں سنت کی تشریحات کو بنیاد بناتے ہوئے ایک موقعہ پر فرمایا: "آیندہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآنی متشبہات میں تم سے جھگڑیں گے۔ ایسی صورت میں سنتوں کے ذریعے ان پر حجت قائم کرنا' کیونکہ اصحابِ سنن' کتاب اللہ کو خوب جانتے تھے"۔ ائمہ قانون نے بھی قرآن فہمی اور قانون کے مرحلہ میں سنت کو خاص اہمیت دی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے "اگر سنتیں نہ ہوتیں تو ہم میں سے کوئی شخص قرآن کا فہم حاصل نہ کر سکتا تھا"۔ مزید وضاحت اس قول سے ہوتی ہے "کہ لوگ اس وقت تک خیر و صلاح میں رہیں گے جب تک ان میں حدیث کے طالب موجود ہوں گے۔ اور جب وہ بغیر حدیث کے علم حاصل کریں گے تو بگاڑ اور فساد میں مبتلا ہو جائیں گے"۔ امام شافعیؒ نے تو وضاحت سے کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم بھی دیا وہ قرآن ہی سے ماخوذ ہے۔

۳۔ امام ابنِ تیمیہؒ کے نزدیک فہمِ قرآن کا تیسرا اصول یہ ہے کہ اگر کوئی چیز قرآن و سنت

سے سمجھ میں نہ آسکے تو اس کو اقوالِ صحابہؓ سے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ محض قرائن و حالات کے مشاہدے کی وجہ سے وہ مطالبِ قرآن کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور مکمل فہم اور عملِ صالح کے مالک تھے۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ نے بھی اپنے اسناد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ "قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ کتاب اللہ کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ کس کے حق میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ اگر میں کسی ایسے شخص کو جانتا جو مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے اور اس کے پاس سواری سے پہنچا جا سکتا تو میں ضرور اس کے پاس جا پہنچتا"۔ سلیمان بن مہران الاعمش کوفیؒ نے اپنے اسناد سے عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ "ہم میں سے کوئی دس آیتوں سے زیادہ اس وقت تک نہیں پڑھتا تھا جب تک کہ ان آیتوں کے معانی کی معرفت نہ حاصل کر لے۔ اور ان پر عمل میں بھی پختہ نہ ہو جائے"۔

۴ - علامہ نے فہمِ قرآن کا چوتھا اصول یہ بتایا ہے کہ اسرائیلی روایات سے اجتناب کیا جائے۔ علامہ کے نزدیک اسرائیلی روایات استشہاد کے لیے تو استعمال کی جا سکتی ہیں' لیکن اعتقاد کے لیے نہیں روایت کی جا سکتیں۔ اسرائیلیات تین طرح کی ہو سکتی ہیں۔ پہلی قسم کی اسرائیلیات تو وہ ہیں جن کے بارے میں قرآن خاموش ہے' نہ قرآن نے اس کی تصدیق کی ہے اور نہ تکذیب۔ تو ایسی اسرائیلیات پر شیخ الاسلام نہ ایمان رکھتے ہیں اور نہ انکار کرتے ہیں۔ اس طرح کی روایات زیادہ سے زیادہ استشہاد کے لیے جائز ہو سکتی ہیں۔ دوسری قسم کی اسرائیلیات وہ ہیں جن کی صحت پر قرآن کی آیات دلیل ہیں۔ لیکن تیسری قسم کی وہ جھوٹی اسرائیلیات ہیں جن کے بارے میں قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ یہ روایات غلط ہیں۔ ایسی روایات کو شیخ الاسلام نے باطل قرار دیا ہے۔ لیکن زیادہ تر اسرائیلیات کے بارے میں خود علمائے اہلِ کتاب کے اندر زبردست اختلاف ہے۔ اس لیے ان روایات سے دین میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسرائیلیات کے سلسلے میں علمائے اہلِ کتاب کے اندر اختلاف کی وجہ سے مفسرینِ قرآن نے اصحابِ کہف' ان کے کتے کا رنگ اور ان کی تعداد میں اختلاف کیا ہے۔ اللہ نے ان امور کو قرآن میں مبہم رکھا ہے اور ان کے علم سے بھی دین و دنیا میں کسی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مگر اس کے بارے میں اہلِ کتاب کا اختلاف نقل کرنا جائز ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس اختلاف کا ذکر فرمایا ہے۔ (الکہف ۱۸: ۲۲)

۵ - علامہ کے نزدیک فہمِ قرآن کا پانچواں اصول تابعین کے اقوال سے استدلال ہے۔ جب

کوئی چیز قرآن میں نہ ملے اور اس کے بعد سنت میں نہ ملے اور نہ اقوالِ صحابہؓ میں تو ایسی صورت میں اقوالِ تابعین کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ مثلاً مجاہد بن جبیرؒ' سعید بن جبیرؒ' عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ' عطا بن ابی رباحؒ' حسن بصریؒ' سعید بن المسیب وغیرہ وہ تابعی علما ہیں جو محدثین و مفسرین کے نزدیک معتبر اور ثقہ ہیں۔ مجاہدؒ علمِ تفسیر میں خدا کی نشانی تھے۔ محمد بن اسحاق نے اپنی اسناد سے روایت کیا ہے کہ مجاہدؒ کہتے تھے کہ میں نے مصحفِ قرآنی تین مرتبہ شروع سے آخر تک عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے پیش کیا۔ ہر آیت پر ان کو ٹھیراتا اور تفسیر پوچھتا تھا"۔ ترمذیؒ نے اپنی سند سے مجاہدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ "قرآن میں کوئی آیت نہیں جس کی تفسیر میں کچھ نہ کچھ میں نے نہ سنا ہو"۔ ترمذی ہی کی روایت ہے' مجاہدؒ نے کہا کہ اگر میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت لی ہوتی تو قرآن کے بارے میں عبداللہ بن عباسؓ سے کچھ پوچھنے کی نوبت پیش نہ آتی۔

ابنِ جریرؒ نے ابنِ ابی ملیکہؒ سے روایت کیا ہے کہ میں نے مجاہدؒ کو دیکھا کہ اپنے کاغذ قلم لیے ابن عباسؓ کے پاس پہنچے اور تفسیرِ قرآن کے بارے میں سوال کرنا شروع کیا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا' لکھتے جاؤ۔ اس طرح مجاہد نے پوری تفسیر پوچھ لی۔ اس لیے سفیان ثوریؒ کہا کرتے تھے کہ جب مجاہدؒ سے تفسیر ملے تو یہ تمہارے لیے کافی ہے۔ لیکن جب تابعین کے اقوال میں اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں اس سے استدلال لازم نہیں ہے۔ ایسی صورت میں قرآن و سنت کی زبان کو' عام لغتِ عرب کو یا اقوالِ صحابہؓ کو مدِنظر رکھنا چاہیے۔ لیکن جب تابعین کا کسی آیت کے بارے میں اجماع ہو جائے تو وہ تمام لوگوں کے لیے حجت ہے۔ اس سے استدلال لازم ہے۔

۶۔ فہمِ قرآن کے سلسلے میں علامہ کا چھٹا اصول یہ ہے کہ محض رائے سے من گھڑت تفسیر کرنا حرام ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "جو شخص بغیر علم کے قرآن میں گفتگو کرتا ہے' اپنے لیے دوزخ میں ٹھکانہ بناتا ہے"۔ سنن ترمذی میں حضرت جندبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی قرآن میں اپنی رائے سے کہے اور اس کا کہنا صحیح ہو تو بھی وہ غلطی کا مرتکب ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو غریب بتلایا ہے اور بعض علمائے حدیث نے اس کے راوی سہیل بن ابی حزم کے ثقہ ہونے میں کلام کیا ہے۔ رسول اللہؐ کی انھی حدیثوں کی وجہ سے اہلِ علم کا کہنا ہے کہ رسول اللہؐ کے ساتھی اور آپؐ کے بعد کے سلف صالحین' بغیر علم کے قرآن کی کسی آیت کی تفسیر ہرگز نہ کرتے تھے۔ جو شخص بغیر علم کے قرآن کی تفسیر کرتا ہے اس کی مثال ایسے شخص کی ہے جو جہل کی حالت میں لوگوں کے فیصلے کرنے بیٹھ جائے' اور غلط فیصلے کر کے جہنم کا ایندھن بن جائے۔ صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین ایسی تفسیر سے

گریز کرتے تھے جن کے بارے میں ان کو علم نہ ہو۔ حضرت شعبہؒ کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: کون زمین مجھے اٹھائے گی اور کون آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اگر کتاب اللہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں۔ امام عبد بن حمید نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس موجود تھے۔ ہم نے دیکھا کہ ان کے کرتے کی پیٹھ پر چار پیوند لگے ہوئے ہیں۔ پھر انھوں نے پڑھا **وَفَاكِهَةً وَّأَبًّا**' پھر کہنے لگے کہ یہ "اب" کیا ہے۔ پھر خود ہی کہا' اسی کو تکلف کہتے ہیں' تو اگر نہیں جانتا تو حرج بھی کیا ہے۔ امام ابوعبید نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ اس ارشادِ قرآنی میں دن سے کیا مراد ہے:

يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ ○ (السجدہ ۳۲ : ۵)

تو حضرت ابن عباسؓ نے اس شخص سے الٹے سوال کیا' اور یہ دن کون سا ہے' يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ○ (المعارج ۷۰ : ۴)۔ اس پر وہ شخص کہنے لگا' میں یہ پوچھ رہا ہوں تاکہ آپ مجھے بتائیں۔ ابن عباسؓ نے جواب دیا' یہ دو دن ہیں جن کا ذکر خدا نے اپنی کتاب میں کیا ہے' اور خدا ہی ان دنوں کی حقیقت بہتر جانتا ہے۔ یہ اور اس طرح کے بہت سے آثارِ صحیحہ کا مطلب یہ ہے کہ سلف صالحین بغیر علم کے تفسیر میں دخل نہیں دیتے تھے۔ لیکن شیخ الاسلام کے نزدیک جس شخص کو لغت و شرع کے اعتبار سے علم حاصل ہو' اس کے لیے تفسیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح سے بے علمی کی وجہ سے سکوت واجب ہے' اسی طرح سے علم ہونے کی صورت میں جواب بھی دینا واجب ہے۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ (آلِ عمران ۳ : ۱۸۷)۔ اس آیتِ کریمہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس شخص کے پاس قرآن کا علم ہو وہ اس کو لوگوں کے سامنے بیان کرے۔ آیات کی وضاحت اور ان کی تفسیر کو چھپانے کی صورت میں وہ کتمانِ علم کے مجرمین کی فہرست میں آتا ہے۔ ان کے بارے میں اللہ کے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا "جس شخص سے علم کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے اور وہ علم کو چھپاتا ہے' قیامت کے دن اس کے منہ میں آتشیں لگام دی جائے گی۔ لیکن جس آیت کی تفسیر نہ معلوم ہو اس کی تفسیر ہرگز نہ بیان کرنی چاہیے' کیونکہ ایسا شخص بھی جہنم کا مستحق ہوگا۔

دعوتِ دین اور اشاعتِ اسلام کی راہ میں ہونے والی ہر جدوجہد کا راستہ فہمِ قرآن سے گزرتا ہے۔ انیسویں اور بیسویں صدی کی تمام عالمی اسلامی تحریکات نے توحید و مساوات کے عالمگیر اسلامی اصول کی طرف رجوع کا جو پیغام دیا ہے اس میں انھوں نے قرآن کریم سے براہِ راست استفادہ پر سب سے زیادہ زور دیا۔ علامہ محمد عبدالوہابؒ' سید احمد شہیدؒ' حاجی شریعت اللہؒ' شیخ محمد بن علی

السنوسیؒ" عثمان دان فودیوؒ" سے لے کر امام حسن البناؒ" سید قطب شہیدؒ" اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ" تک تمام مفکرینِ اسلام و بانیانِ تحریکاتِ اسلام نے اپنی اپنی تحریروں میں افہام و تفہیمِ قرآن پر بطورِ خاص توجہ صَرف کی۔ آج کارکنانِ تحریک کو فہمِ قرآن کے ان اصولوں کے مطابق قرآن کریم سے براہِ راست رابطہ استوار کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ اس کے بغیر انقلابِ اسلامی کا کوئی خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

سید علی گیلانی کی تصنیف
رُودادِ قفس
قیمت: -/۱۲۰ روپے
ہم سے منگوائیں
۱۰۰ روپے کی کتب مفت حاصل کریں
ڈاک خرچ -/۱۵ روپے بذمہ خریدار
البدر پبلی کیشنز اُردو بازار، لاہور